مغرب کے تہذیبی مسائل اور اسلام: ایک تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

Western Cultural Issues and Islam: An Exploratory and Critical Review

Dr. Aisha Sadaf
Lecturer, Islamic Studies National College of Business Administration & Economics Lahore, Sub campus Bahawalpur.
Email: aasi.ch19@gmail.com

Dr. Muhammad Asif
Assistant Professor, Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.

Muhammad Ibrahim Salik
Associate Lecturer, Department of Translation Studies, The Islamia University of Bahawalpur

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

Abstract

This article sheds light on civilizational problems of the West. It is a fact that universal civilization originates from a universal religion. There is a complete lack of religion and universal teachings in Western society. The west has never generated a major religion. They suffer from moral decline, denial of God's sovereignty, National superiority and the problem of social pluralism. These issues of western society have become a problem all over the world. Therefore, any existing and complete divine rule sent by the Almighty and the Creator of the universe can give permanent values to human values today, and that religion is none other than Islam. The solution to these problems in the West already exists in Islam.

Key Words: *civilizational problems, Western society, lack, universal, God's sovereignty, National superiority, solution, Islam.*

کسی قوم کا عروج کب شروع ہوا؟ یا زوال کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ اس کا تعین نا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مغرب میں برطانیہ کا عروج اٹھارہویں صدی عیسوی میں شروع ہوا، انیسویں صدی میں اس کا جوبن تھا اور بیسویں صدی کے نصف اول میں مسلم خلافت کا جہاں خاتمہ ہوا وہاں برطانوی اقتدار جس پر سورج غروب نہ ہوتا تھا کا زوال ہوا اور آج یہ زوال یہاں تک پہنچا ہے کہ اس برطانیہ پر سورج کم ہی طلوع ہوتا ہے۔ طاقت اور اقتدار کے میدان میں برطانیہ کی جگہ امریکہ نے لے لی اور مغرب کی اس شکست و ریخت کے باوجود اس نے کمزور قوموں کو زیرِ تسلط رکھنے کے لئے نو آبادیاتی نظام (Neo-colonialism) قائم کیا جس کو آج "نیا عالمی نظام" (New world order) کا نام دیا گیا ہے اور جس پر فخر کرتے ہوئے سابق یہودی امریکی وزیر خارجہ "ہنری کسنجر: Henry Kissinger" لکھتا ہے:

"That we totally defeated our enemies and then brought them back to the community of nations. I would like to think that only America would have done this. Conscious of America's vast power." [(1)]

جس کا مقصد نو آبادیاتی نظام کی قائم کردہ سرحدی حد بندیوں کو نئے سرے سے ترتیب دینا ہے، 1971ء میں پاکستان دولخت کیا جانا، انڈونیشیا میں مشرقی تیمور، سوڈان میں عیسائیت کا تحفظ، عراق کی تقسیم وغیرہ اسی سلسلے کی کڑی ہیں، چھوٹے اور امیر ممالک کی دولت کا مغربی بینکوں میں انتقال اسی کا حصہ ہے۔

یہ تھے وہ مسائل جو مغرب کی عالمی سیاسی حکمرانی نے دنیا میں پیدا کئے مغرب کی اس خواہش عالمی اقتدار کے ساتھ جب مادی ارتقاء نے دنیا کے جغرافیے کی وسعتوں کو سمیٹ کر ایک شہر کی شکل دے دی ترقی کی اس جہت نے دنیا میں تعمیرات اور ایجادات کے نام سے تو یقیناً ایک حسن پیدا کیا لیکن اخلاقی جانور (انسان) کچھ اخلاقی بیماریوں کا شکار بھی ہو گیا یہ اخلاقی بیماریاں مغرب کے اپنے معاشرے نے جنم دیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ خدا فراموشی

۲۔ قومیت کا زہر

۳۔ اخلاقی زوال

۴۔ سماجی تکثیریت

ان عناصر اربعہ کے اثرات عالمی سیاست سے لے کر مغرب کے اپنے معاشروں کے لئے سوہانِ روح بنے ہوئے ہیں جنہوں نے انسانی دنیا کو جہنم میں تبدیل کر دیا ہے کیونکہ اس معاشرے میں مستقل اخلاقی اقدار، خداشناسی، تمام تر اختلافات کے باوجود باہمی احترام، صبر و شکر، عدل و انصاف کی عالمگیری اور احساس معاد سب معدوم ہیں۔ یہ معاشرہ خود تشدد پسندی کی طرف جا رہا ہے، اخلاقی زوال نے خاندانی نظام متاثر کر دیا ہے، مساجد پر اور مذہبی بنیادوں پر حملے، قومیت کا زہر یاد رہے کہ قومیت کا تصور مغرب پر ماضی میں صدیوں سے محیط ہے۔ مغربی معاشرے کی یہ صورت حال یہ بتاتی ہے کہ مغرب عالمی حکمرانی رکھنے کے باوجود اپنی تہذیبی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اس دور کے عالمگیر حکمرانوں نے خالق و مالک کائنات کی حاکمیت مطلقہ کی نفی، قومی برتری، کمزور ممالک کے معاشی استحصال اور اپنے معاشروں میں اخلاقی گراوٹ کی بنیاد پر یہی معاشرہ قائم کیا ہے۔ انہوں نے اپنی قومی برتری کے قیام و دوام کی خاطر انسانوں کو چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم کر کے ان کی سرحدی حد بندیاں قائم کر دی گئی ہیں اور مالی وسائل سے مالا مال ملکوں کو کمزور اور جغرافیائی لحاظ سے چھوٹا بنایا گیا ہے تا کہ مناسب موقع پر ان کے وسائل کی لوٹ مار کی جا سکے اور پھر اس تقسیم کو عالمی قانونی حیثیت دینے کے لئے اقوام متحدہ کے نام سے ایک عالمی ادارہ اور اس کے جزوی ادارے ورلڈ بینک، آئی ایم ایف اور عالمی عدالت انصاف قائم کئے گئے پھر ان اداروں پر بھی اپنا مکمل کنٹرول قائم کیا۔ سلامتی کونسل کا ادارہ قائم کر کے اس میں ابتدائی طور پر جن ممالک کو مستقل ممبر بنایا گیا ان میں عیسائیت کی عالمی برتری قائم رکھنے کے لئے ایک روس (جو آرتھوڈکس چرچ کا نمائندہ تھا) دوسرے برطانیہ (جو پروٹسٹنٹ چرچ کا نمائندہ تھا) اور تیسرے امریکہ (جو کیتھولک چرچ کا نمائندہ تھا) کو مستقل ممبران بنایا گیا جن کو ویٹو پاور بھی دی گئی۔ اس طریقہ تقسیم کے ذریعے ماضی میں چودہ سو سال حکمرانی کرنے والی، دنیا کی دوسری بڑی عددی اکثریت اور تہذیبی لحاظ سے مالا مال امت کو غلام بنانے کی منصوبہ بندی کی گئی اور مذکورۃ الصدر اداروں میں مسلمانوں کو مناسب حیثیت بھی نہیں دی گئی۔ چنانچہ ہنٹنگٹن بھی یہ بات کہتا ہے کہ فاتحین جنگ عظیم دوم نے اس ادارے کو تخلیق کیا تھا، آج کی کثیر تہذیبی دنیا میں استحکام کے لئے دیگر تہذیبوں بشمول مسلم تہذیب کی نمائندگی ضروری ہے:

"In a multi-civilizational world each major civilization like Japan, India and Muslim world should have a permanent seat on the security Council."(2)

"کثیر تہذیبی دنیا میں جاپان ، ہندوستان اور مسلم دنیا جیسی ہر بڑی تہذیب کو سلامتی کونسل میں مستقل نشست رکھنی چاہئے"

عالمگیر دور اور اس کے تقاضے

یہ ایک حقیقت ہے کہ جامع اور عالمگیر تہذیب ایک جامع اور عالمگیر مذہب سے ہی جنم لیتی ہے۔مذہب ہی وہ منبع علم ہے جو کائنات اور انسان، انسان اور انسان، عالم ظاہر اور عالم غیب، کائنات کے خالق ومالک اور حاکم مطلق اور انسان کے باہمی مضبوط تعلق کے بارے میں مکمل رہنمائی کرتا ہے جس کی بنیاد پر معاشرے میں انسان کی حیثیت کا تعین ہو جاتا ہے اور انسانوں میں احساس معاد (آخرت میں جوابدہی) کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے جو انسانی سرگرمیوں کو مثبت سمت دینے کے لئے ضروری ہے۔مذہب اپنے مقاصد یعنی حسن معاشرت، ذوق عبادت اور احساس معاد کی تکمیل نفاذ قانون سے نہیں بلکہ مستقل عالمی اخلاقی اقدار کی بنیادوں پر انسانوں کی تربیت کر کے حاصل کرتا ہے جس کے نتیجے میں ملک کے اندر بھی اور بین الممالک بھی ایک خوبصورت سماجی تکثیری معاشرہ قائم ہو سکتا ہے جو آج کے عالمگیر معاشرے کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔مغرب کے معاشرے میں کسی مکمل مذہب اور عالمگیر الہامی تعلیمات کی عدم موجودگی ہے۔اگرچہ مغرب میں اچھے نظریات تو پیدا ہوئے ہیں مثلاً: آزاد خیالی(Liberalism)، اشتراکیت(Socialism)، جمہوریت(Democracy) وغیرہ مگر وہاں کوئی مذہب جنم نہیں لے سکا۔امریکہ کے معروف مفکر سموئیل پی ہنٹنگٹن:Huntington(م2008ء)کا بیان ہے:

"The west, however has never generated a major religion. The great religions of the world are all products of non-western civilization."(3)

"مغرب نے کبھی بھی کوئی بڑا مذہب پیدا نہیں کیا۔دنیا کے سبھی عظیم مذاہب، غیر مغربی تہذیب کی پیداوار ہیں۔"

ہنٹنگٹن ایک دوسری جگہ اسی نتیجے کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مغربی تہذیب کی برتری اس کی انسان دوستی کی بنیاد پر نہیں بلکہ منظم دہشت گردی کی بنیاد پر قائم ہے:

"The west won the world not by the superiority of its ideas or values or religion but rather by its superiority in applying organized violence. Westerners often forget this fact, non-westerners never do."(4)

یہ بات بالکل بجا ہے کہ مغرب کی برتری ختم ہو رہی ہے اس کی بنیادی وجہ مغربی تہذیب کے یہی مذکورۃ بالا عناصر اربعہ ہیں یعنی خدا فراموشی، قومی برتری کے تصور کا زہر، اخلاقی زوال اور سماجی تکثیریت کا مسئلہ۔مغرب نے جس دہشت گردی کی بنیاد پر "Neo colonialism"اور"NWO" عالمی سطح پر منتقل کیا ہے اب اس کے اثرات سماجی تکثیریت اور قومیت کے تصور کے زہر کی شکل میں اس کے اپنے ملک پر بھی پڑ رہے ہیں۔اس تصور حیات کے نتائج نے انسانی دنیا کو جہنم کا گہوارا بنا دیا ہے اس صورت حال سے تدارک کے لئے ایک عالمگیر دور میں عالمگیر مذہب ہی اثر پذیر ہو سکتا ہے جیسا کہ ہنٹنگٹن بھی کہتا ہے:

"A universal religion is only slightly more likely to emerge"(5)

"آج کے دور میں ایک عالمگیر مذہب کے ابھرنے کے امکانات کچھ زیادہ ہیں۔"

اس سلسلہ میں رہنمائی کے لئے برٹرینڈ رسل Bertrand Russel کی کتاب "History of western Philosophy" یا ول ڈیورانٹ Will Durant کی "Story of Civilization" جو 11 ضخیم جلدوں پر محیط ہے ان کتابوں کا مطالعہ یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطے کسی ایک خطہ زمین کے لئے تو شاید وقتی افادیت کا سامان پیدا کر سکیں لیکن مستقل عالمگیر اخلاقی اقدار پیدا نہیں کر سکتے۔اس دور کے لئے مستقل عالمگیر اقدار کے بارے میں ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنی حد بندیوں سے باہر دوسری دنیا دیکھنے کے عادی نہیں ہیں۔لہٰذا مذکورۃ بالا عناصر اربعہ پر محیط تہذیب عالمگیریت پر منفی اثرات تو پیدا کرے گی کیونکہ قدرت کا یہ اصول

ہے کہ قدرت کے نظام کے تحت معاشرہ فطری طور پر ترقی کی طرف چلتا رہتا ہے اگر انسان اس کا ساتھ دے گا تو زندہ رہ سکے گا اگر قدرت کے خلاف محاذ آرائی کرے گا تو پھر معاشرے میں بگاڑ تو پیدا ہو گا، مغرب اس عالمگیریت کے رجحانات کے حامل عالمی معاشرے میں اپنے ان عناصر اربعہ کی بنا پر رکاوٹ کا سبب بن رہی ہے یہ چیز مغرب کی موت ثابت ہو گا۔ لہٰذا قادر مطلق اور خالق مطلق کا بھیجا ہوا کوئی موجود اور مکمل الہامی ضابطہ حیات ہی آج کے انسان کو انسانی قدروں پر محیط مستقل اقدار فراہم کر سکتا ہے لہٰذا وہ مذہب اسلام کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ عالمگیر مذہب کن خصوصیات کا حامل ہے اس کا تفصیلی جائزہ درج ذیل ہے۔

عالمگیر اسلامی تہذیب کی خصوصیات

1۔ اسلام عالمگیر جامع مذہب و نبوت

مذہب کی بنیاد دو چیزیں ہوتی ہیں ایک الہامی کتاب اور دوسرا اس کے رسول کی تعلیمات کی بعینہ موجودگی۔ محفوظ مذہب سے انہی دو بنیادی ذرائع علم کا اپنی اصلی حالت میں موجود ہونا مراد لیا جاتا ہے۔ اسلام سے قبل کوئی مذہب اپنی اصل تعلیمات کی شکل میں محفوظ نہ تھا۔ یونانیت کے فکری غلبے نے دنیا کے قدیم الہامی مذہب کی شکل بگاڑ کر رکھ دی تھی۔ ان یونانی اثرات کا ہی نتیجہ ہے کہ آج صحائف خمسہ جن پر یہودی مذہب کی بنیاد ہے میں بنیادی عقائد توحید رسالت اور آخرت کی تفصیلات ہی نہیں ملتی۔ یونانیوں نے انبیاء کے معصوم ہونے کے تصور کو بائبل سے نکال دیا اور ان کی عصمت دری کی۔ اخلاقی بے راہ روی اور ریاستی تشدد سے لبریز بائبل کی تدوین کی تاریخ میں عبرانی بائبل معدوم ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں بنی اسرائیل کی زبان عبرانی تھی اور نزول وحی میں اللہ تعالیٰ کا اصول یہ رہا ہے کہ رسولوں پر وحی ان کی قوم کی زبان میں نازل ہوتی تھی تاکہ احکام سمجھنے میں دشواری نہ ہو یہ اصول ہمیں قرآن کریم نے ہی بتایا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ [6] "ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان بولتا تھا تاکہ انہیں (احکامِ خدا) کھول کھول کر بتادے۔" لیکن موجودہ بائبل یونانی بائبل کا ترجمہ ہے جس میں حضرت موسیٰؑ سے منسوب محفوظ تعلیمات عنقا ہیں۔

موجودہ عیسائیت کا بانی پال نامی ایک یہودی شخص تھا اس نے روم کو مرکز بنایا اور اور عیسائیت کے نام سے وہ کچھ رواج دیا جو آج ہمارے سامنے ہے اور جس کا حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات سے دور دور تک بھی کوئی تعلق نہیں ہے اس کی مذہبی کتاب اناجیل اربعہ کا بھی اصلی نسخہ جو کہ سریانی زبان میں ہونا چاہیئے تھا (کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کے دور میں ان کی قوم کی زبان سریانی تھی) کہیں نہیں ملتا۔ موجودہ اناجیل کا اصل نسخہ بھی یونانی زبان کا ہے۔ اس طرح حضرت عیسیٰؑ سے منسوب تعلیمات بھی عیسائی مذہب میں معدوم ہیں۔

قرآن کریم آپ ﷺ پر عربی زبان میں نازل ہوا اور آج تک اس کا ایک ایک حرف بالکل اسی طرح موجود ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے تحریر کروایا تھا۔ آنجناب ﷺ کے دور میں خط نبطی میں لکھا جاتا تھا بعد ازاں یہ خط کوفی اور پھر خط نسخ میں تحریر ہوا اس کے بعد اسے مشکول کیا گیا لیکن اس تمام تر کے باوجود اس کی کتابت میں احتیاط کا عالم یہ رہا کہ جسے دیکھ کر عقل انسانی بھی دنگ رہ جاتی ہے مثلاً قرآن کریم میں مشہور رسول حضرت ابراہیمؑ کا نام مبارک 69 مرتبہ آیا ہے۔ یہ اسم مبارک صرف سورۃ البقرۃ میں 15 مرتبہ آیا ہے جس میں "ھا" کے بعد کھڑی زیر (ابراھم) سے لکھا گیا ہے جب کہ باقی پورے قرآن میں یہ اسم مبارک "ھا" کے بعد "یا" (ابراھیم) سے لکھا گیا ہے۔ اسی طرح لفظ "الیل" پڑھنے میں معرف بلام پڑھے جانے کے باوجود ایک "لام" سے لکھا گیا ہے معرف بلام پڑھے جانے

کے ناطے اسے "اللیل" ہونا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ مصاحف عثمانی میں یہ کتابت جس طرح ہوئی تھی آج تک اسی طرح ہوتی چلی آرہی ہے اس میں خلاف ورزی کا تصور بھی ممکن نہیں۔ قرآن کریم کی کتابت کے حوالے سے مسلم علماء کی بے شمار کتب موجود ہیں۔

اسی طرح تعلیمات رسول ﷺ کا آج چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی محفوظ ہونا نا قابل یقین مشاہدہ ہے اور تاریخ انسانی میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی شخصیت کے شب وروز اس طرح محفوظ کئے گئے ہوں کہ آج صدیاں گزر جانے کے باوجود انکی پوری کی پوری زندگی کی تصویر تیار ہو جاتی ہو اور یہ کام بھی ایسی قوم نے کیا ہو جن کے ہاں فنِ تحریر ناپسندیدہ ہو۔ آپ ﷺ کی زندگی کو نہ صرف سیرت کی کتابوں میں محفوظ کیا گیا ہے بلکہ ان کی تعلیمات کو بڑی چھان پھٹک کے بعد کتب حدیث کے نام سے ترتیب دیا گیا ہے ۔مسلمانوں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے سیرت طیبہ کی حفاظت کرتے ہوئے ایک اور فن تحقیق "اسماء الرجال" کے نام سے ایجاد کیا ہے جس میں تقریباً پانچ لاکھ لوگوں کے شب و روز محفوظ کئے گئے ہیں اسی پر بس نہیں پھر انہیں کتب حدیث وسیرت کی بنیاد پر فقہ و قانون کی وہ کتب مدون کی گئی ہیں جن میں آج کے دور کے ہر قانون " قانون اساسی:Fundamental law، قانون جنائی : Penal law، قانون اجرائی:Procedural law، قانون مدنی:Civil law، قانون داخلی:Local law، قانون شخصی:Personal law، قانون بین الاقوامی:International law، فلسفہ قانون:Jurisprudenceاور دیگر قانونی شعبہ جات سے متعلق سیر حاصل مواد اکھٹا کر دیا گیا ہے یہی نہیں بلکہ ان سب سے بھی بڑھ کر دنیا میں سب سے زیادہ کمی جس چیز کی محسوس کی جاتی تھی وہ ہیں اخلاقی ضابطے:Ethical values، ان اخلاقی ضابطوں کا تو آج بھی واحد ذریعہ صرف اور صرف آپ ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ غرضیکہ اخلاق و قانون اور الہامی تہذیب وتمدن کے معیارات صرف آپ ﷺ ہی کی تعلیمات کی بنیاد پر ہیں۔اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب کے مقابلے میں یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ اپنی مذکورۃالصدر دونوں بنیادوں (قرآن و سنت رسول ﷺ) کے لحاظ سے آج تک مکمل طور پر محفوظ و مامون ہے۔ انہی محفوظ مذہبی بنیادوں کا ہی نتیجہ ہے کہ ادیان کی تاریخ میں ماضی کے مذاہب کے برعکس ہر لحاظ سے حوادث زمانہ سے محفوظ اسلام بنی نوع انسان کو عقائد وعبادات، سماجیات و معاملات، انفرادیات واجتماعیات، غرضیکہ انسانی زندگی سے متعلق وہ سب کچھ بتاتا ہے جس کی تعلیم شرف انسانیت کے معیار کے لئے ضروری تھی اور ہے اور جس کے بغیر حسن کائنات ناممکن تھا۔

اسلامی تعلیمات کے اس اعجاز کو جارج سیل جیسا متعصب عیسائی بھی خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہے اپنے ترجمہ قرآن "The Koran; commonly called Koran of Muhammad" کے پہلے صفحہ پر "To the reader" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"I shall not hear inquire into the reason why the law of Muhammad has met with so unexampled reception in the world (for they greatly deceived who imagine it to have been propagated by the sword alone), or by what means it came to be embraced by nations which never felt the force of the Mohammadan arms, and even by those which stripped the Arabians of their conquests and put an end to their sovereignty and very being of their Khalifs; yet seems as if there was something more than what is vulgarly imagined in a religion which has made so surprising a progress.(7)

"میں ان وجوہات کی تحقیق میں نہیں جاؤں گا کہ محمد کو دنیا میں اتنی بے مثال مقبولیت کیوں حاصل ہوئی (وہ لوگ یقینی طور پر غلطی پر ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام صرف تلوار کے زور پر پھیلا ہے) نہ ہی میں اس بحث میں پڑوں گا کہ جن قوموں پر محمد ﷺ کی فوجوں کی طاقت کا اثر نہیں تھا یا جن قوموں نے عربوں کا سیاسی اقتدار ختم کیا وہ مسلمان کیوں ہوئیں یہ یقیناً ایک حیران کن ترقی تھی۔"

2۔ نظریاتی وحدت

تمام انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد ایک ہی تھا سب کی حیثیت بھی یکساں تھی فرق صرف علاقے کا تھا کہ کوئی نبی کسی علاقے میں آیا اور دوسرا نبی کسی دوسرے علاقے میں۔ انبیاء پر ایمان لانا ضروری تھا۔ آنجناب ﷺ نے ماضی کے کسی بھی نبی کے منصب نبوت کا انکار کرنا ویسے ہی کفر قرار دیا جیسے موجود نبی کے منصب نبوت کا انکار کفر ہے۔ قرآن کریم اس سلسلہ میں یہ بیان جاری کرتا ہے: لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ (8) "ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔"

اس کی بنیادی وجہ ایمان بالنبوۃ کے علاوہ آپ کی تعلیمات کا ایک جزیہ بھی تھا کہ لوگوں کے درمیان مستقل عالمگیر اخلاقی اقدار کے رویے پروان چڑھائے جائیں جس کے لئے ایک دوسرے کے جذبات کے احترام کی عالمگیر فضا پیدا کرنا ضروری تھا جس کے بغیر یہ اقدار پھل پھول نہیں سکتی تھیں چنانچہ انہی اقدار کے قیام اور پروان کے لئے آپ ﷺ نے کسی دوسرے مذہب والوں کی دل آزاری کرنے کی سخت ممانعت کی۔ جس کی مثال آنجناب ﷺ سے پہلے کسی کے ہاں ملتی ہے اور نہ آپ ﷺ کے بعد آج تک کوئی دوسرا مذہب اپنی تعلیمات میں اس قسم نظریاتی وحدت اور مذہبی ہم آہنگی کے رویوں کی تعلیم پیش کرتا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں دوسرا حکم یہ ارشاد فرمایا: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (9)

"اور جن لوگوں کو یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں"

آنجناب ﷺ کی تعلیمات ہی کا نتیجہ کہ مسلمان اس دنیا کی عالمی حکمرانی کے چودہ سو سال مالک رہے لیکن مسلمانوں نے کبھی کسی مسلک یا مذہبی شخصیات کی دل آزاری نہیں کی اس کے برعکس مسلمانوں ہی کے اقتدار میں سپین میں آنجناب ﷺ کی توہین کی گئی۔ اس سلسلے میں اسحق راہب کا واقعہ مشہور ہے جسے آرنلڈ نے بھی اپنی کتاب "Preaching of Islam" میں بیان کیا ہے جس کے مطابق راہب موصوف مسلمان قاضی کے سامنے بھری عدالت میں توہین رسالت کا مرتکب ہوا جس پر اس کے قتل کا حکم جاری کیا گیا۔ اسی طرح ہندوستان میں انگریز کے دور حکومت میں ایک ہندو راج گوپال اچاریہ نے (نعوذ باللہ) رنگیلا رسول نامی کتاب لکھ کر عصمت نبوت محمدیہ میں گستاخی کا مرتکب ہوا جسے غازی علم الدین شہید نے قتل کیا۔

3۔ اخلاقیات کی ہمہ گیری

اسلامی تعلیمات کے مطابق قادر مطلق کے ہاں اس کی پیدا کردہ مخلوق بلا تفریق مذہب و ملت یکساں حیثیت رکھتی ہے اس کے نافذ کردہ قوانین فطرت کا فر اور مسلمان سب کے لئے برابر ہیں مستقل عالمگیر اخلاقی اقدار بھی صرف اس کے بیان کردہ ان احکام کی بنیاد پر ہی معرض وجود میں آسکتی ہیں جنہیں قادر مطلق اپنے مخصوص اور پسندیدہ لوگوں (انبیاء) سے اپنی زیرِ نگرانی متعارف کراتا ہے یہ اقدار پھر دنیا رسول یا ان کے پیروکاروں سے سیکھتی ہے عالگیر دور میں ایک عالمگیر معاشرہ کی تخلیق جس کے اندر قومیت کے تصورات اگرچہ باقی رہیں لیکن اقتدار عالمگیر حکمرانی کے اصولوں کو حاصل ہو۔ یہ عالمگیر ضابطہ عالمگیر رسول ہی سکھا سکتا تھا یہ کام ایک عالمگیر رسول نے بخیر و خوبی سرانجام دیا۔ یہ خدائی فیصلہ قرآن کریم میں تین مقامات التوبہ 9/33، الفتح 48/28، الصف 61/9، پر بیان کیا گیا جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ کام موجود رسول کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ چنانچہ آنجناب ﷺ نے عالمگیر نظام کے نہ صرف اصول بیان کئے بلکہ ان اصولوں کے مطابق آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک سماجی تکثیریت پر مبنی عالمگیر معاشرہ بھی تخلیق کر کے دکھایا۔

آنجناب ﷺ نے مستقل اخلاق پر کاربند ایسے انسانوں کی ایک ٹیم تیار کہ چشم فلک نے اس سے پہلے کبھی ایسے انسان نہیں دیکھے تھے جو اپنے خالق ومالک کے احکام کو ہی نہیں بلکہ اس کی مرضی ومنشا کو بھی بخوبی سمجھتے تھے ان کے آقا کی تربیت ان بوریہ نشینوں کو دنیا کو اقتدار کی عالمگیریت کے تقاضے سمجھانے والے بنا کر دنیا کا نظام اس کے مالک کی مرضی کے مطابق قائم کرنے کے لئے کھڑا کیا تھا ان کے ذہنوں میں بلا تفریق مذہب وملت عالم انسانیت کے مفادات واحساسات کے تحفظ کا سودا سمایا ہوا تھا جس کا ذکر قرآن نے یوں فرمایا ہے: كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ (10) "اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس حکم کے تحت آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو بتایا کہ کمزوروں کے مالی، جسمانی اور اخلاقی استحصال کا دور ختم ہو گیا ہے تم ماضی کے اس ظالمانہ سسٹم کے خاتمے اور بنی نوع انسانیت کے ان مفادات کی محافظت کے لئے ذمہ دار بنائے گئے ہو۔ اس آیت کریمہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ یہاں لفظ "معروف اور منکر" استعمال ہوئے ہیں "بِر اور اثم" نہیں۔ "بِر اور اثم" ایسی اصطلاحیں ہیں جس کی تشریح مذہب کا کام ہے جبکہ "معروف اور منکر" وہ اصطلاحیں ہیں جو معاشرے کے اچھے رجحانات کی عکاس ہیں۔

4۔ سماجی تکثیریت

آنجناب ﷺ کی آمد سے قبل انسانی تارخ کے ہر موڑ پر اقتدار اور دولت کی لوٹ کی خواہشات کی بنا پر نظام بنتے اور بگڑتے رہے ہیں۔ انسان ہی انسانوں کے ہاتھوں کٹتے اور لوٹتے رہے ہیں۔ مسلم دور حکومت میں انسانی قدروں نے انسانیت کا حقیقی جامہ پہن لیا لیکن مسلم زوال کے بعد پھر وہی اقتدار، قوت اور لوٹ مار نے انسانیت کا چہرہ پہلے سے بھی زیادہ مسخ کر دیا ہے۔ بیسویں صدی میں انسانیت کے خلاف بڑی طاقتوں کے بڑے جرائم میں سب سے بڑا جرم ماضی کی حیوانیت سے دو قدم آگے بڑھ کر انسانوں اور ملکوں کو مستقل طور پر لوٹنے کے لئے ان کی جغرافیائی تقسیم کر ڈالی پھر اس تقسیم کو عالمی قوانین کی مدد فراہم کرنے کے لئے ایک شیطانی ادارہ اقوام متحدہ قائم کیا اس سے پہلے دنیا میں ہزاروں جرائم تھے لیکن کسی بڑی سے بڑی طاقت نے انسانوں اور ملکوں کو یوں مستقل طور پر لوٹنے کا گھناؤنا جرم نہ کیا تھا ملکوں کی سرحدیں ضرور تھیں لیکن باہم ملنے ملانے پر کسی قسم کی پابندی نہیں تھی لوگ آزادانہ ایک ملک سے دوسرے ملک آتے جاتے تھے لیکن بیسویں صدی عیسوی میں علاقوں کی بنیاد پر اس قسم کا اصل مقصد کمزور مگر امیر ممالک کی دولت پر ہاتھ صاف کرنا اور عالمی سیاست پر اپنا کنٹرول قائم کرنا تھا دو بڑی جنگوں کے بعد اس کنٹرول کو "نو آبادیاتی نظام" (Neo-Colonialism) کا نام دیا گیا تھا جس کے شواہد کا ذکر کرتے ہوئے ایڈورڈ سائڈ: Edward W.Said اپنی تہلکہ خیز تصنیف "Orientalism" میں لکھتے ہیں کہ امریکہ کے مشہور اخبار نیو یارک ٹائم میگزین 18 اپریل 1993ء کے شمارے میں اس نو آبادیاتی نظام کے حق میں ایک مضمون لکھا گیا جس میں مضمون نگار لکھتے ہیں:

"The civilized nations ought to take it upon themselves to recolonize third world countries where the most basic conditions of civilized life broken down and to do this by means of a system of imposed trust-ship.(11)

ملکوں کی ملکوں کے ہاتھوں اس لوٹ مار میں پھر کثیر القومی کمپنیوں اور نجی اداروں (نیسلے، پیپسی، کوک، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اور نجی تعلیمی ادارے وغیرہ) نے بھی خوب ہاتھ رنگے۔ اس صورت حال میں غریب روٹی سے تنگ آکر خود کشیاں کرنے لگا یا پھر امیر ملکوں کی طرف روزی روٹی کے لئے بھاگا جس کے نتیجے میں معاشرے سماجی تکثیری صورت حال میں بدل گئے جس کے نتیجے میں روزی

روٹی کے لئے آنے والے ان غرباء پر امیر ملکوں نے سرحدیں بند کر دیں۔ آج عالمی صورت حال یہ بن چکی ہے کہ روزی کی تلاش میں آنے والے ان مفلوک الحال لوگوں بالخصوص مسلمان ملکوں کے لوگوں کو مغرب کی مقامی تہذیب کے لئے خطرہ سمجھا جاتا ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ مذاہب کے لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے مغرب کا معاشرہ سماجی لحاظ سے تکثیری ہو گیا ہے جس کے نتیجے میں مغرب میں تہذیبی وحدت ختم ہو رہی ہے جس کا حل اہل مغرب کو نہیں مل رہا۔

اگر مغرب کی یہ متفکرین تعصب اور تشدد کی عینک اتار کر اسلام کا مطالعہ کریں تو وہ بڑی آسانی سے اس لاینحل مسئلے کا حل دور رسالت مآب ﷺ ہی میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ تکثیری معاشرہ آنجناب ﷺ کے دور میں ہی وجود میں آچکا تھا جس کو آپ ﷺ نے بڑی خوبصورتی سے مشکل کیا تھا اس معاشرے کو آنجناب ﷺ نے میثاق مدینہ کی بنیاد پر قائم کیا تھا یہ میثاق 47 شقوں پر محیط تھا جس میں یہودی، عیسائی، منافق، کافر، غلام ومالک، امیر وغریب اور مسلمان سب مل کر برابری کی بنیاد پر شریک تھے۔ اس معاہدے کی شق میں یہی طے کیا گیا تھا جس کے الفاظ یوں ہیں: یہ سب بطور انسان ایک امت وقوم ہوں گے۔ [12]

تکثیری معاشرہ تعلیلی خامیوں کے باوجود 1924ء تک ترکی میں خلافت کی شکل میں باقی رہا اس پوری تاریخ میں مسلمانوں کے قوانین کا ڈھانچہ بالکل نہ بدلا۔ اس پوری تاریخ میں کبھی کسی جگہ مذہبی منافرت یا تہذیبی تناؤ پیدا نہ ہوا یہودی، عیسائی، بدھ، زرتشتی، مشرک غرضیکہ سب باہم مل کر بھائیوں کی طرح رہتے رہے۔ اس سماجی تکثیری معاشرے کو آنجناب ﷺ نے جن مستقل اخلاقی اقدار پر قائم کیا وہ دنیائے سیاست میں بالکل نئی اور نہایت مؤثر روایات پر پروان چڑھا تھا جس کے چند پہلو درج ذیل ہیں:

I. معاشرے کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ مذہبی اختلافات اور سب سے زیادہ مفید مذہبی اتفاقات ہوتے ہیں اس لئے آنجناب ﷺ نے سماجی مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے لئے سب سے پہلا اصول یہ دیا کہ کسی بھی دوسرے مذہب کے عقائد ورسوم کا احترام کیا جائے اس لئے آپ کے پیش کردہ مستقل عالمگیر اخلاقی اقدار میں کسی دوسرے کے مسلک کی توہین کی اجازت نہیں ہے اس بارے میں یہ اصول بیان کیا: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ [13] "اور جن لوگوں کو یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں"

II. اختلاف کے بغیر دنیا میں کوئی معاشرہ نہیں دیکھا گیا معاشرتی ارتقاء کے لئے اختلاف کا وجود ضروری ہے تاہم اختلاف کو جب انتشار میں بدل دیا جائے تو معاشرتی ارتقا کو خطرات لاحق ہو جایا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے سماجی فطری اختلاف کی اقدار کو باقی رکھتے ہوئے تمام تر معاشرتی اختلافات کے باوجود مل جل کر بھائیوں کی طرح رہنے کا تصور پیش کیا جس کا ذکر قرآن کریم میں یوں کیا گیا ہے: قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِه شَيْئًا [14] "کہو، اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔"

III. آج کے معاشروں میں ہر فرد اپنے لئے جی رہا ہے راتوں رات امیر ہونے کی خواہش نے ہر فرد کو دوسرے کے حقوق کے لئے خطرہ بنا دیا ہے دوسروں کے لئے آرام اور سکون کا خیال رکھنا، دوسروں کی تکلیف کا ازالہ کرنا انسان بھول گیا ہے آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں اپنے مفادات سے زیادہ دوسروں کے مفادات کے تحفظ کا حکم دیا تھا۔ اس سلسلہ میں مشہور حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی دکھ میں اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو اپنے بھائی کی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔ جو کسی بھائی کے عیب چھپاتا ہے اللہ قیامت کے روز اس کے عیب چھپائے گا۔"[15]

IV. سماج کی عالمگیر اخلاقی قدروں کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے موجود دنیا میں انسانی تقسیم کے قائم کردہ ضابطے (قومی برتری) کے تصور کو قطعی طور پر ختم کیا جس کی یورپ میں آج بھی حکمرانی ہے قومی برتری کے مقابلے میں آپ ﷺ نے وحدت انسانی کا سبق دیا اس بارے میں فرمایا کہ تم سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو، رنگ و نسل کی بنیاد پر کسی کو کسی پر کوئی برتری نہیں ہے، برتری کی بنیاد صرف اور صرف "کردار" ہے یہ اصول ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ [16]"لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں پہچان کی خاطر قبیلوں اور خاندانوں میں بانٹ دیا اللہ کے ہاں برتری صرف اسی کو حاصل ہے جو تم میں سے باکردار ہے۔"

5۔ معاشیات اور اسلام

اسلام جس طرح دیگر تمام شعبہ حیات میں اپنی عبقری تعلیمات حلال و حرام، جائز و ناجائز پیش کرتا ہے اسی طرح وہ اپنا ایک معاشی نظام بھی رکھتا ہے اس کی معاشی تعلیمات میں بھی اس کے طبقاتیت شکن ابدی اخلاقی اصولوں کی برتری طے شدہ ہے جن کی خلاف ورزی کی اجازت وہ کسی کو بھی اور کہیں بھی نہیں دیتا۔ انسان ان قوانین کو سمجھنے اور ان سے استفادہ کی بجائے اپنی خواہشات کی بنیاد پر اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرتا چلا آرہا ہے جس کے نتیجے میں مسائل حل ہونے کی بجائے زیادہ مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ معاشیات کے شعبہ میں اس نے سرمایہ داری(Capitalism)، اشتمالیت (Communism)، اشتراکیت(Socialism)، مخلوط اکانومی(Mixed Economy) نظام ہائے معاش کے نام سے کتنے ہی ناکام نظام تخلیق کئے ہیں۔ ان ناکامیوں سے بچنے کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس کائنات کے خالق و مالک سے ہی معاشی تگ و دو کے اصول بھی جاننے کی کوشش کی جائے تو یقیناً اچھے معاشی نتائج پیدا ہو سکتے ہیں ۔ اسلامی نظم معیشت کے چند اصول درج ذیل ہیں:

i. آدمؑ کو پیدا کر کے دنیا میں بھیجنے سے پہلے دیگر شعبہ جات کی طرح اس کو معیشت کی تمام اصول بتا دیئے گئے تھے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا"[17] کائنات کے اسماء اور آثار و خواص کا علم دے دیا"۔ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ علوم سے مراد معلومات اشیاء ہیں اور اسماء کے ساتھ مسمیات اور ذوات و خواص اشیاء کو شامل ہیں اور اشیاء کے اسماء سے مراد ان کے آثار و خواص کا علم لیا ہے، گویا سارے علومِ تکوینی بشمول معیشت آدمؑ و بنی آدم کو ودیعت کر دئے گئے ۔ قرآنی بیان یہ بتاتا ہے انسان کو دنیا میں بھیجتے وقت ڈالر، پاؤنڈ، ریال یا روپیہ اس کی جیب میں ڈال کر نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ اسے یہ بتایا گیا تھا کہ دنیا میں اس کے لئے معاش کے ذرائع پیدا کر دیئے گئے ہیں جن کو پانے کے لئے محنت کرنا ہوگی اور محنت کے بنیادی اصول بھی انسان کو الہام کر دیئے گئے ہیں اور یہ محنت قرآن کریم میں جہاد کے برابر قرار دی گئی ہے: وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ [18] "اور ایک دوسرا گروہ ہے جو زمین میں رزق حلال کی تلاش میں پھرتا ہے۔" اس آیت میں کسب حلال کی اہمیت اور پھر اس کے آگے متصل جہاد کی اہمیت بیان کی گئی ہے جہاد کی اہمیت سے پہلے معاش کے لئے بھاگ دوڑ اسلام میں کیا اہمیت رکھتی ہے اس طرزِ بیان سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

ii. عرب کے معاشرے میں شراب، جوا، لوٹ مار، سود ذرائع آمدنی تصور کئے جاتے تھے آنجناب ﷺ نے ان حرام ذرائع کی حرمت کا اس وقت تک اعلان نہیں کیا جب تک لوگوں کے لئے حلال ذرائع آمدنی پیدا نہیں ہو گئے چنانچہ شراب اور جوا کی حرمت کا قطعی حکم 8 ہجری

میں، سود اور لوٹ مار کی حرمت کا حکم 9 ہجری میں نافذ کیا گیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاش کے ذرائع پیدا کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے جس میں ہر انسان اپنی محنت کے مطابق آمدنی کے ذرائع پیدا کرتا اور اپنے معاش کا بندوبست کرتا ہے۔ (معاش مہیا کرنا ریاست کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ ذرائع معاش مہیا کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے معاش صرف ان لوگوں کو معاش مہیا کرتی ہے جو ذرائع معاش اپنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے مثلاً فاتر العقل، بوڑھے، بیمار، لاوارث، بچے وغیرہ۔)

iii. انسان یہاں آزمائش کے لئے لایا گیا ہے کسی کو امیر بنا کر آزمایا جارہا ہے تو کسی غریب بنا کر۔ مقصود یہ دیکھنا ہے کہ احکام کی اطاعت کون کس حد تک کرتا ہے؟ اس امتحانی صورت حال کا انسان نے فائدہ اٹھایا کہ وہ لوگ جو جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کے لحاظ سے تیز تھے وہ آہستہ آہستہ ذرائع آمدن کے مراکز پر قابض ہونے لگے اس کے نتیجے میں معاشرہ مختلف طبقات میں تقسیم ہوا۔ فرعون جیسے حکمران، قارون جیسے سرمایہ دار، اور ہامان جیسے مذہب کے ٹھیکیدار پیدا ہوئے یاد رہے کہ یہ ہامان فرعون کے دور کا بہت بڑا انجنیئر بھی تھا اور پورے مصر کی آمدنی کا 1/10 اس کے اسکندریہ کے معابد کو جاتا تھا۔ اس قسم کی صورت حال اسلامی ریاست میں پیدا ہی نہیں ہوتی اگر بالفرض پیدا ہونے کا خطرہ بھی ہو تو سٹیٹ کے پاس یہ اختیار ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے پاس زائد از ضرورت دولت ہو اس کو بالجبر وصول کرلے جس کی مثال حضرت عمرؓ کے دور میں قائم ہوئی۔ حکومت کو یہ اختیار دو وجوہات کی بنا پر حاصل ہے ایک یہ کہ اسلام کے معاشی اصولوں میں یہ بات شامل ہے کہ دولت کسی صورت بھی چند ہاتھوں میں جمع نہیں ہونی چاہیے: كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۚ [19] "تاکہ سرمایہ دولتمندوں کے ہاتھ میں ہی نہ پھرتا رہے"

اور دوسرا اصول یہ کہ معاشرے میں بیمار، اپاہج، معذور، جسمانی یا ذہنی لحاظ سے کمزور لوگوں اور پیدا ہونے والے بچوں کے مالی مفادات کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں مال فئے کے حصہ داروں میں سورۃ الحشر آیت 10 میں آیا ہے اور جس کی بنیاد پر زائد از ضرورت جائدادیں عمر فاروقؓ کے دور میں واپس لی گئی تھیں۔ یاد رہے کہ روئے زمین پر بیروزگاروں کے وظائف حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں مقرر کئے گئے تھے جو پیدا ہونے پر سو درہم تھا بڑے ہونے پر دو سو ہو جاتا تھا۔[20]

iv. ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنا صرف حکومت کی ہی نہیں معاشرے کے طاقتور طبقوں کی بھی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ صدقات اور خیرات کے علاوہ ضرورت مندوں بے کس و بے بس لوگوں کے روزگار اور معاش کا بندوبست کریں چنانچہ یہ واضح حکم قرآن کریم میں ان الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا ہے: وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ [21] "اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کریں۔"

ان غریبوں کے معاشی مفادات کی خاطر یہ حکم کوئی اضافی نہیں بلکہ فرض قرار نہ دیئے جانے کے باوجود فرضوں کی طرح ہی اہم ہے۔

غرضیکہ اسلام کے اس عالمگیر معاشی ضابطوں کی تلخیص بیان کی جائے تو وہ یوں ہو گی:

۱۔ اس نظام معاش کے تمام اصول الہامی ہیں۔

۲۔ اس نظام معاش پر اخلاقی اصولوں کی برتری مسلمہ ہے۔

۳۔ اس نظام میں اخلاقی زوال اور معاشی استحصال کا تصور بھی مفقود ہے۔

۴۔اس نظام کے تحت معاشرہ امیر و غریب کے مصنوعی فرق میں تقسیم نہیں ہوتا۔

۵۔ریاست ذرائع آمدنی پیدا کرنے کی پابند ہے۔

٦۔طبقاتیت کا سدِباب کرنے کے لئے عوام پر بھی ذمہ داری ڈالی گئی ہے زکوٰۃ و عشر کے علاوہ انفاق فی سبیل اللہ کے دیگر احکام نیز ایک فرد کی موت کے بعد اس کی جائداد کی تقسیم کے الہامی اصولوں کے ذریعے غرباء کی ضرورتوں کو پورا کر کے غربت کے امکانات کے خاتمے میں ریاست کی مدد کرتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

References(حوالہ جات)

[1] .Kissinger, Henry, “World Order”, Tom Rogun, Washington times, p.1
[2]. Huntington, Samuel, P., “The Clash of Civilization Remaking of World Ordor”, touchstone Rockefoller Center New York USA, 1997, p.317.
[3] .Ibid, p-54.
[4] .” The Clash of Civilization”, p.51
[5] . Ibid, p.317
[6]. The Qur’an: 14:4
[7] . Sale, George, “Al-Koran of Muhammad” London, UK, (1777), George Rutledge and sons limited, p.1
[8]. Al Qur’an: 2: 285
[9]. Al Qur’an: 6: 108
[10]. Al Qur’an:3: 110
[11] .Balfour, Arthur James, Edward W.Said, “Orientalism”, New York, USA, Vintage book, p.347.

[12]حمید اللہ، ڈاکٹر، "الوثائق السیاسۃ للعھدیالنبوی والخلافۃ الراشدۃ، دار النفائس، ص 27۔

Ḥamēd ūllah, Doctor, "Ālwṯhāʾīq ālsyāsaẗ lilʿhdī ālnbwī wālkẖilāfaẗ ālrāšhdaẗ, dār ālnfāʾīs, p.27
[13]. Al Qur’an: 6:108
[14]. Al Qur’an: 3:64

.[15]۔ولی الدین، محمد بن عبد اللہ الخطیب، علامہ (740ھ)، "مشکوٰۃ المصابیح"، کتاب العلم، الفصل اول، حدیث نمبر 7

Walī āldīn, Muḥammad b. Aʿbdullah ālkẖṭīb, (740 AH), "Mišhkw͗ẗ ālmṣābīḥ", kitāb ālʿlm, ālfaṣl āwal, Ḥadīṯh :7
[16]. Al Qur’an: 49:13
[17]. Al Qur’an: 2:31
[18]. Al Qur’an: 73:20
[19]. Al Qur’an: 59:7

.[20]۔ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، قاضی (182ھ)، "کتاب الخراج"، ترجمہ "اسلام کا نظام محاصل"، مترجم نجات اللہ صدیقی، کراچی، مکتبہ چراغ راہ، ص 202

Abū Yūsuf, Yaʿqwb b. Ibrāhīm, Qāḍī (182 AH), "Kitāb ālkẖrāğ", Tarğumah "Islām kā Niẓām Muḥāṣl", Mutarğm: Niğāt Ullah Ṣidīqī, Karachi, Maktbah chrāġ Rāh, p.202
[21]. Al Qur’an: 2:177